کرنسی نوٹوں کے نصاب زکواۃ کی تحدید

تحریر: پروفیسر محفوظ احمد، سانگلہ ہل، شیخوپورہ۔

زکواۃ اسلام کا چوتھا بنیادی رکن ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں تقریباً چالیس مرتبہ آیا ہے۔زکواۃ کی فرضیت کا حکم شریعت محمدیہ کے علاوہ سابقہ شریعتوں میں بھی بدستور موجود تھا۔

اسلام میں زکواۃ کی فرضیت آٹھ ہجری کو ہوئی محرم نو ہجری میں زکواۃ کے تمام احکام وقوانین مکمل ہو کر نافذ کردیئے گئے(۱)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اسلامی ریاست کے سربراہ کو جن فرائض کی ادائیگی سے عہدہ برا ہونے کا حکم دیا ہے ان میں ایک فرض وصولیٰ زکواۃ بھی ہے۔مدینہ منورہ میں جب پہلی اسلامی ریاست کا قیام عمل میں لایا گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضورا کرم ﷺ سے فرمایا

خذمن اموالهم صدقة تطهرهم(۲)

اے رسول ﷺ آپ ان مسلمانوں سے صدقہ (زکواۃ) لے کر ان کے مالوں کو پاک کیجئے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی(م۔۱۸۱۰ھ) نے تفسیر مظہری میں لکھا ہے کہ یہاں "صدقہ" سے مراد صدقہ فرض یعنی زکواۃ ہی ہے(۳)

حضرت معاذؓ کو جب یمن کا گورنر بنا کر بھیجا گیا تو حضورا کرم ﷺ نے ان سے فرمایا:

ان اللّٰہ تعالی قدفرض علیهم زکاة تؤخذمن اموالهم وتردعلی فقرائهم(۴)

یعنی بے شک اللہ تعالی نے ان پر زکاۃ کو فرض کیا ہے جو ان کے (اغنیاء کے) مالوں سے لی جائے گی اور انہی کے غریبوں میں تقسیم کردی جائے گی۔

حضورا کرم ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھی منکرین زکواۃ سے اعلان جہاد کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

واللّٰہ لومنعونی عناقاً وفی روایة عقالا کانوا یؤدونه الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم لاقاتلنهم علی منعها ان الزکاة حق المال واللّٰہ لاقاتلن من فرق بین الصلواة والزکاة(۵)

خدا کی قسم اگر انہوں نے ایک رسی بھی روکی جو وہ حضور اکرم ﷺ کو دیتے تھے تو میں اس رسی کے روکنے پر ان سے جنگ کروں گا بے شک زکواۃ مال کا حق ہے بخدا میں ہر اس شخص سے جنگ کروں گا جس نے نماز اور زکواۃ میں فرق رکھا۔

قرآن مجید کے اس حکم پر تعمیل کا آغاز جو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا آج بھی بیشتر اسلامی ممالک میں اس پر عمل جاری ہے۔

قیام پاکستان سے ہمارے ہاں اس حکم ربانی کی تعمیل میں کوتاہی برتی جارہی تھی اور حکومت کی طرف سے وصولی زکواۃ کا کوئی انتظام و انصرام نہ تھا۔ ۱۹۷۷ء میں جب جنرل ضیاء الحق مرحوم نے زمام اقتدار سنبھالی تو اس وقت تک بھی سرکاری طور پر زکواۃ وصول نہیں کی جاتی تھی۔ مرحوم نے اپنے دور حکومت میں متعدد اسلامی قوانین نافذ کیے جن میں سے ایک قانون "وصولی زکواۃ" کا تھا۔ جنرل ضیاء الحق مرحوم نے پندرہویں صدی ہجری کے آغاز پر ۲۰ جون ۱۹۸۰ء کو ایک صدارتی فرمان جسے زکواۃ و عشر آرڈیننس نمبر ۱۸ مجریہ ۱۹۸۰ء کہا جاتا ہے جاری کر کے اس حکم الہی کی تعمیل کی۔ اس فرمان کا اعلان اسلام آباد کی جامع مسجد میں نماز جمعہ کے بعد کیا گیا(۶)

اس فرمان کے مطابق اب پاکستان میں ہر سال یکم رمضان المبارک کو تمام بنک، ڈاک خانے اور دیگر مالیاتی ادارے جن کی تفصیل مذکورہ آرڈیننس کی دفعہ ۲(۸) میں مندرج ہے تمام سیونگ اکاؤنٹس سے زکواۃ وصول کرتے ہیں۔

وصولی زکواۃ کے لئے نصاب کی تحدید ۲۰۰ درھم جو کہ ۳۲-۶۱۲ گرام (ساڑھے باون تولے) چاندی کے برابر ہے، کی کہ رائج الوقت کرنسی کے برابر قیمت کی جاتی ہے۔ جب کہ سونے کا نصاب ۸۷/۴۸ گرام (ساڑھے سات تولے) مقرر کیا گیا ہے۔ چنانچہ آرڈیننس کے الفاظ ہیں۔

Nisab,in relation to assets liable to zakat ,except agricultural produce and animals fed free in pastures, means 612.32 grams of silver, or cash or gold , or goods for trade or any assets liable to zakat under shariah, The aggregate value of which is equal to the value of 612.32 grams of silver, as notified by the Adminstrator General for each zakat year or in the cash of a person whose

assets liable to zakat consist of gold 87.48 grams of gold.(7)

زکواۃ و عشر آرڈیننس میں اگرچہ چاندی اور سونا دونوں کے نصاب کاذکر ہے لیکن وصولی زکواۃ کے وقت چاندی کے نصاب کی قیمت کوہی حد مقرر کیاجاتا ہے چنانچہ ۱۹۹۶ء بمطابق ۱۴۱۶ھ میں یکم رمضان کو نصاب زکواۃ کی جو حد مقرر کی گئی وہ مبلغ 4,300/00روپے تھی(۸)

عہدرسالت مآب ﷺ میں چاندی کا نصاب ۲۰۰ درھم اور سونے کا نصاب ۲۰ دینار یا مثقال مقرر کیا گیا تھا۔ چونکہ دونوں سکے (دراہم ودنانیر) اشیاء کی خریدوفروخت کیلئے اس وقت رائج تھے لہذا ان دراہم ودنانیر کو ہی معیار قرار دیا گیا۔ مزید یہ کہ اس وقت یہ دونوں نصاب مالیت و قیمت کے لحاظ سے مساوی تھے۔

اب جبکہ ان دونوں نصابوں کی باہمی قیمت میں بہت بڑا فرق ہے اور پھر مروجہ کرنسی بھی بالعموم سونے ہی کے ایک خاص توازن سے جاری کی جاتی ہے تو اب دیکھنا یہ ہے کہ مروجہ کرنسی کے نصاب کی تحدید ۲۰۰ درہم چاندی کی قیمت کو بنانا اقرب الی الصواب ہے یا بیس دینار سونے کی قیمت کو۔

مقالہ ہذا میں اس امر کو عہدرسالت ﷺ میں مقرر کردہ دیگر نصابوں اور عصر حاضر میں معاشی تقاضوں کے پیش نظر دیکھاجائے گا کہ کرنسی (نوٹ) کی تحدید نصاب کےلئے کون سا نصاب زیادہ موزوں اور مناسب ہے۔

زیر نظر مقالے میں ان پہلوں پر بحث کی جائے گی۔

۱۔ عہدرسالت ﷺ میں نصاب ہائے زکاۃ میں یکسانیت

۲۔ کرنسی نوٹوں کے اجراء کی بنیاد

۳۔ عصر حاضر میں سونے اور چاندی میں سے کس نصاب کی مالیت کی رقم کا حامل غنی ہوتا ہے۔

۴۔ کرنسی نوٹوں کے تحدید نصاب کے متعلق چند محقق علماء کے نظریات

فرضیت زکواۃ کاتاریخی پس منظر: جس طرح تمام شرائع اسلامیہ میں نماز فرض کی گئی اسی طرح زکاۃ کو بھی اللہ تعالیٰ نے تمام شریعتوں میں فرض کیا۔ قرآن

مجید میں سب سے پہلے شریعت ابراہیمی میں فرضیت زکواۃ کاذکرملتا ہے۔چنانچہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے متعلق سورۃ مریم میں ہے۔

وکان یأمراهله بالصلواة والزکاة(۹)

یعنی آپ اپنے گھر والوں کو نماز قائم کرنے اور زکواۃ دینے کا حکم دیتے تھے۔

سورۃ انبیاء میں حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے متعلق فرمایا

واوحیناالیهم فعل الخیرات واقام الصلواة وایتا ءالزکواة(۱۰)

اور ہم نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ وہ نیک کام کریں۔ نمازادا کریں اور زکواۃ دیں۔

بنی اسرائیل پر بھی ادائیگی زکواۃ اسی طرح ضروری تھی۔سورۃ مائدہ میں ہے۔

ولقداخذالله میثاق بنی اسرائیل وبعثنا منهم اثنی عشرنقیباًوقال الله انی معکم لئن اقمتم الصلواة واتیتم الزکواة(۱۱)

اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ہم نے ان میں بارہ سردار مقرر کئے اور اللہ تعالیٰ نے کہا میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم نماز قائم رکھو اور زکواۃ دیتے رہو۔

اس آیت کی تفسیر میں مفتی محمد شفیع(م-۱۹۷۶ء) نے لکھا ہے اس سے معلوم ہوا کہ نماز اور زکواۃ کے فرائض اسلام سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم پر بھی عائد تھے(۱۲)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے علاوہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو زکواۃ کی ادئیگی کا حکم اس طرح دیا:

واوصنی بالصلواة والزکواة مادمت حیا(۱۲)

اللہ تعالیٰ نے مجھے نمازادا کرنے اور زکواۃ دینے کا حکم دیا ہے جب تک میں زندہ رہو۔

ان آیات قرآنیہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ باقی رسل عظام پر بھی زکواۃ کی فرضیت عائد کی تھی۔اس بات کی تائید تورات کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے۔باب خروج میں ہے

"جب تمہاری جانوں کے کفارہ کےلئے خداوند کی نذر دی جائے تو دولت مند ۱/۲ مثقال(سوادوماشے)سے زیادہ نہ دے اور نہ غریب اس سے کم دے(۱۴)

تورات میں فرضیت زکواۃ کا حکم تو تھا البتہ اس حکم میں نصاب زکواۃ کی کوئی حد مقرر

نہ تھی۔ ہر امیر و غریب کو بلا کسی تفریق کے نقد رقم پر ۲/۱ مثقال سونا زکواۃ ادا کرنا لازم قرار دیا گیا۔

شریعت موسوی میں مقررشدہ سونے کا یہ نصاب شریعت محمدی علی صاحبہا الصواۃ میں بھی بدستور قائم رکھا گیا البتہ یہاں یہ حکم اس شرط سے مشروط کیا گیا کہ ۲/۱ مثقال سونا بطور زکواۃ وہ مسلمان ادا کرے جو کم ازکم بیس مثقال (ساڑھے سات تولے) سونے کا مالک ہو۔

فرضیت زکواۃ کی اس مختصر تاریخ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ شریعت موسوی اور شریعت محمدی میں سونے پر آدھا مثقال (۱۵ء۳۰ گرام) سونا زکواۃ مقرر کی گئی جب کہ شریعت محمدی میں اس کیلئے سونے کا ایک نصاب یعنی بیس دینار یا مثقال (۸۷ء۴۸ گرام ساڑھے سات تولے) مقرر کیا گیا اور اسی بنیادی نصاب کو مد نظر رکھتے ہوئے چاندی کا نصاب ۲۰۰ درھم (۶۱۲-۳۲ گرام، ساڑھے باون تولے) مقرر کیا گیا کیونکہ عہد رسالت میں بیس دینار سونے کی قیمت ۲۰۰ درہم چاندی کے برابر تھی۔ چاندی کے علاوہ باقی دیگر شرعی نصابات بھی بیس مثقال سونے کی قیمت کو مد نظر رکھتے ہوئے مقرر کئے گئے۔

نصابات: زکواۃ کے اس تاریخی پس منظر کے بعد اب عہد رسالت مآب ﷺ میں مقررشدہ مختلف نصابات کا جائزہ لیا جاتا ہے جس سے یہ واضح ہو گا کہ اس وقت ان نصابات کی مالیت میں کتنی یکسانیت تھی۔ ان کی بنیاد وہ سونے کا نصاب تھا جو شریعت موسوی سے چلا آرہا تھا۔

اونٹوں کا نصاب: عربوں میں اونٹ بکثرت پائے جاتے تھے جس سے مالی اور تجارتی فوئد حاصل کیے جاتے تھے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے۔

ولا فی اقل من خمس من الابل (۱۵)

یعنی پانچ سے کم اونٹوں پر زکواۃ نہیں۔

اسی طرح سنن ابن ماجہ میں حضور اکرم ﷺ کا وہ مکتوب مروی ہے جو حضرت سالمؓ کو نصاب زکواۃ کے متعلق لکھ کر دیا گیا۔ اس خط میں آپ نے فرمایا

"فی خمس من الابل شاۃ" (۱٦)

پانچ اونٹوں پر ایک بکری زکواۃ ادا کرنا ہو گی۔

ونٹوں میں زکواۃ کی تفصیل یوں ہے

۵ سے ۹	اونٹوں میں	ایک بکری
۱۰ سے ۱۴	اونٹوں میں	دو بکریاں
۱۵ سے ۱۹	اونٹوں میں	تین بکریاں
۲۰ سے ۲۴	اونٹوں میں	چار بکریاں
۲۵ سے ۳۵	اونٹوں میں	ایک بنت مخاض (وہ اونٹنی جو دوسرے سال میں داخل ہو چکی ہو)
۳۶ سے ۴۵	اونٹوں میں	ایک بنت لبون (وہ اونٹنی جو تیسرے سال میں داخل ہو چکی ہو)
۴۶ سے ۶۰	اونٹوں میں	ایک حقہ (وہ اونٹنی جو چوتھے سال میں داخل ہو چکی ہو)
۶۱ سے ۷۵	اونٹوں میں	ایک جذعہ (وہ اونٹنی جو پانچویں سال میں داخل ہو گئی ہو)
۷۶ سے ۹۰	اونٹوں میں	دو بنت لبون
۹۱ سے ۱۱۲	اونٹوں میں	دو حقہ (۱۷)

اونٹوں کے اس نصاب پر تمام آئمہ فقہاء کا اجماع ہے (۱۸)

اونٹوں کا یہ نصاب جو احادیث نبویہ میں موجود ہے یہ چاندی کے نصاب کے برابر تھا۔ عبدالقادر عودہ نے لکھا ہے:

"اونٹوں کا یہ نصاب چاندی کے نصاب کے برابر تھا۔ عہد رسالت ﷺ میں ایک اونٹ کی قیمت ایک اوقیہ (چالیس درہم) چاندی کے برابر تھی (۱۹)

صحیح مسلم میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت جابرؓ کا اونٹ ایک اوقیہ جو کہ چالیس درہم کے برابر ہوتا ہے چاندی کے عوض خریدا تھا۔ حدیث کے الفاظ یوں ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت جابرؓ سے فرمایا:

بعنیه فبعته باوقیة (۲۰) یہ اونٹ مجھے بیچ تو میں نے ایک اوقیہ پر اونٹ فروخت کر دیا

ان دلائل سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ عہد رسالت ماب ﷺ میں پانچ اونٹوں کی قیمت بازاری قیمت کے لحاظ سے برابر تھی اس طرح یہ دونوں نصاب باہم یکساں مطابقت رکھتے تھے۔

بکریوں کی زکواۃ: اونٹوں کی طرح بکریاں بھی عرب میں عام تھیں اسی لئے احادیث میں ان کا نصاب بھی بڑی وضاحت سے موجود ہے۔ جامع ترمذی میں ہے کہ

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

"فی کل اربعین شاة، شاة الی عشرین ومائة(۲۱)

یعنی چالیس سے ۱۲۰ بکریوں تک ایک بکری زکواۃ ادا کی جائے۔

اسی طرح صحیح بخاری میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

اذاکانت اربعین الی عشرین ومائة شاة(۲۲)

یعنی چالیس سے ۱۲۰ بکریوں میں ایک بکری زکواۃ دی جائے۔

اس کے بعد ۱۲۱ سے ۲۰۰ بکریوں میں دو بکریاں، ۲۰۱ سے ۲۹۹ بکریوں میں تین بکریاں اوراس کے بعد ہر سو پر ایک بکری زکواۃ دی جاتی ہے(۲۳)

اس نصاب پر بھی تمام آئمہ فقہاء کا اجماع ہے(۲۴)

بکریوں کے اس نصاب کا اگر عہد رسالت ماب ﷺ میں رائج دراہم کی قیمت سے موازنہ کیاجائے تو بھی یہ واضح ہوگا کہ چالیس بکریوں کی قیمت اس وقت ۲۰۰ درہم کے برابر تھی یا اس سے زائد تھی۔

امام سرخسی(م ۴۸۳ھ) نے لکھاہے:

الشاة تقوم بخمسةدراهم فی ذلک الوقت(۲۵)

عہد رسالت ماب ﷺ میں ایک بکری کی قیمت پانچ درہم تھی۔

اس طرح چالیس بکریوں کی قیمت ۲۰۰ دراہم کے مساوی قرار پاتی ہے۔

ایک اور روایت کے مطابق حضرت ابوبکرصدیقؓ نے اس خط میں جو آپ نے حضوراکرم ﷺ کے حکم سے احکام زکواۃ کے متعلق حضرت انسؓ کے لئے لکھوایا تھا، مذکور ہے کہ

اگرصاحب الابل پرجذعہ (وہ اونٹنی جوپانچویں سال میں داخل ہو)زکواۃ ادا کرنا ہو اور اس کے پاس حقہ(وہ اونٹنی جو چوتھے سال میں داخل ہوچکی ہو)ہو تو اسے چاہیے کہ وہ حقہ کے ساتھ دو بکریاں یا بیس درہم دے۔

حدیث کے الفاظ ہیں

من بلغت عنده من الابل صدقة الجذعة ولیست عنده جذعةوعنده حقة فانهاتقبل منه الحقة وحلل معها شاتین ان استیسرتاله اوعشرین

درهماً(۲۶)

اس روایت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ عہد رسالت مآب ﷺ میں ایک بکری کی قیمت دس درہم اور دو بکریوں کی قیمت بیس درہم تھی۔اس طرح چالیس بکریوں کی قیمت چاندی (درہم) کے نصاب سے دو گنا زیادہ تھی۔

بکریوں کی قیمت کے اس موازنے سے یہ بات معلوم ہوجاتی ہے کہ چالیس بکریوں کی قیمت عہد رسالت ﷺ میں ۲۰۰ درہم سے لے کر ۴۰۰ درہم تک تھی۔س طرح بکریوں کا نصاب چاندی کے نصاب کے برابر تھا یا اس سے نصف۔

گائے کا نصاب: گائے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے علاقوں میں بہت کم پائی جاتی تھی۔اسی لئے احادیث مطہرہ میں جتنی وضاحت سے بکریوں اور اونٹوں کی زکواۃ کا ذکر کیا گیا ہے اس طرح گائے کی زکواۃ کا ذکر نہیں۔

ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) نے بھی فتح الباری میں اسی وجہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"لانها اقل النعم "(۲۷) احادیث میں گائے کی زکواۃ کا تفصیلی حکم اس لئے نہیں ہے کیونکہ یہ عرب میں کم پائی جاتی تھیں۔

اس کے باوجود احادیث نبویہ میں گائے کی زکواۃ کا ذکر موجود ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت ابوذر غفاریؓ سے ایک روایت مروی ہے جس میں بکریوں، انٹوں اور گاؤوں کی زکواۃ ادا نہ کرنے پر وعید کا ذکر ہے۔ نصاب کا نہیں (۲۸)

البتہ جامع ترمذی میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

"فی ثلثین من البقرتبیع اوتبیعة وفی کل اربعین مسنة(۲۹)

یعنی تیس گائے پر ایک تبیعہ (۳۰) (گائے کا جو بچہ دوسرے سال میں دخل ہو) اور چالیس ہونے پر ایک (۳۱) مسنۃ (گائے کا جو بچہ تیسرے سال میں داخل ہو) زکواۃ ادا کی جائے۔

گائے کی زکواۃ کے متعلق ایک حدیث حضرت معاذ بن جبلؓ کی سند سے مروی ہے جب آپ کو ۱۰ھ میں (۳۲) یمن کے علاقے "الجند "(۳۳) میں گورنر بنا کر بھیجا گیا تو فرمایا:

"امرنی ان اخذمن کل ثلثین بقرةتبیعااوتبیعةومن کل اربعین مسنة" (۳۴)

اسی طرح ایک اور روایت امام ابوداؤد (م ۲۷۵ھ) نے اپنی سنن میں بھی ذکر کی ہے (۳۵)

گائے کی زکواۃ میں ایک شرط یہ ہے کہ وہ گائیں سائمہ (مباح گھاس چرنے والی) ہوں (۳۶) عوامل (وہ گائیں جو کھیتی باڑی اور حمل کے لئے استعمال کی جائیں) نہ ہوں (۳۷)

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ چونکہ عرب میں گائے کی قلت تھی لہذا گائے کی قیمت کا ذکر کتب احادیث میں نہیں ملتا۔ بہرحال دیگر جانوروں کے نصاب کے موازنہ کے بعد یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ نصاب بھی چاندی کے نصاب کے برابرہ ہوگا۔ اس طرح عہدرسالت ماب ﷺ میں ایک گائے کی قیمت تقریباً سات درہم کہی جاسکتی ہے۔

کھجور وغلہ کا نصاب

جانوروں کے نصابات کی طرح کھجوروں اور غلہ کے نصاب میں احادیث میں بڑی وضاحت سے موجود ہیں۔ کھجوروں کے نصاب کے متعلق صحیح بخاری میں روایت ہے کہ حضورا کرم ﷺ نے فرمایا:

لیس فیما دون خمسة اوسق من التمر صدقة (۳۸)

پانچ وسق کھجور سے کم پر زکواۃ نہیں۔

غلے کے نصاب کی روایت حضرت جعفرؓ سے مروی ہے کہ حضورا کرم ﷺ نے فرمایا

"اذابلغ الطعام خمسة اوسق ففیه صدقة (۳۹)

یعنی جب غلہ کی مقدار پانچ وسق ہوجائے تو اس میں زکواۃ ہوگی۔

اوسق کی واحد وسق ہے۔ اور ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے۔ (۴۰)

صاع کے متعلق مفتی احمد یار خان نے لکھا ہے:

ایک صاع ہمارے تقریباً ساڑھے چار سیر کا ہوتا ہے تو اس حساب سے ایک وسق ۶ من ۳ سیر اور پانچ وسق ۳۳ من ۳۰ سیر تقریباً کا ہوگا۔ اس طرح تقریباً ۳۴ من غلے سے کم پر زکواۃ نہیں ہوگی۔ (۴۱)

غلے کی قیمت کے متعلق سید سلیمان ندوی (م ۱۹۵۳ء) نے سیرت النبی ﷺ میں لکھا ہے:

"عہدرسالت ماب ﷺ میں ایک وسق غلہ کی قیمت چالیس درہم یا چار مثقال تھی یعنی پانچ

اوقیہ اور پانچ وسق کی قیمت دوسو درہم یا بیس مثقال ہوگی (۴۲)

اس تفصیل سے بھی یہ واضح ہوتا ہے کہ عہد رسالت مآب ﷺ میں غلہ اور کھجور کا نصاب بھی سونے اور چاندی کے نصاب کی قیمت کے مساوی تھا جبکہ ہمارے ہاں کھجور اور گندم کے نرخ میں بہت بڑا فرق ہے۔ گندم کی قیمت تقریباً پانچ روپے اور کھجور کی قیمت تقریباً تیس روپے فی کلو ہے اس طرح چونتیس من گندم کی قیمت ۱۷۰ روپے فی من (۴۰ کلو گرام) کے حساب سے -/۵۷۸۰ روپے اور چونتیس من کھجور کی قیمت -/۱۲۰۰ روپے (فی ۴۰ کلو گرام) کے حساب سے -/۴۰۸۰۰ روپے بنتا ہے۔

غلہ اور کھجور کے علاوہ مال تجارت کے متعلق ہدایہ میں ہے۔

"الزکواة واجبة فی عروض التجارة کائنة ماکانت اذا بلغت قیمتهانصابامن الورق والذهب لقوله علیه السلام فیهایقومهافیودی من کل مائتی درهم خمسة دراهم" (۴۳)

مال تجارت میں زکواۃ واجب ہے اگر چہ مال کوئی چیز ہو جب اس مال کی قیمت چاندی یا سونے کے نصاب کو پہنچ جائے۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مال تجارت کی قیمت لگائی جائے اور ہر ۲۰۰ درہم سے پانچ درہم کے حساب سے زکواۃ ادا کی جائے۔

عہد رسالت مآب ﷺ میں چونکہ سونے اورچاندی کی قیمت برابر تھی لہذا یہ فرمایا گیا کہ مال تجارت ان دونوں میں سے کسی ایک کے برابر ہو تو اسی حساب سے زکواۃ ادا کی جائے۔

سونے کا نصاب: سونے پر زکواۃ کی فرضیت کا حکم بھی احادیث میں واضح طور پر موجود ہے، ذیل میں چند احادیث رقم کی جاتی ہیں جن سے سونے پر زکواۃ کی فرضیت ظاہر ہوتی ہے۔

۱۔ صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

مامن صاحب ذهب ولا فضة لا یوءدی منهاحقهاالااذاکان یوم القیمة صفحت له صفائح من نارالخ (۴۴)

سونے اور چاندی کا مالک اگر (نصاب مکمل ہونے پر) اس سے زکواۃ ادا نہیں کرتا تو قیامت کے دن اس کی پلیٹیں بنا کر جہنم کی آگ میں گرم کیا جائے گا۔ پھر اس مالک کی کمر، پیشانی اور پہلوؤں کو ان سے داغا جائے گا۔

۲۔ حضرت ابوموسی اشعری سے روایت ہے کہ حضورا کرم ﷺ نے فرمایا

لیاتین علی الناس زمان یطوف رجل فیه بالصدقة من الذهب ثم لایجد احداً یاخذها منه(۴۵)

یعنی لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ آدمی اپنے سونے کی زکواۃ لے کر پھرے گا لیکن اسے لینے کیلئے کوئی نہیں ملے گا۔

۳۔ جامع ترمذی میں ہے کہ حضرت زینب زوجہ عبداللہ روایت کرتی ہیں کہ حضور ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا

"یامعشرالنساء تصدقن ولومن حلیکن فانکن اکثر اهل جهنم یوم القیٰمة(۴٦)

اے عورتوں کے گروہ صدقہ کرو اگرچہ اپنے زیوروں سے ہو کیونکہ تم قیامت کے دن دوزخ میں زیادہ جانے والی ہو۔

۴۔ نسائی میں ہے کہ حضرت عمرو بن شعیبؓ اپنے باپ اور دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضورا کرم ﷺ کے پاس دو عورتیں حاضر ہوئیں اور ان کے دونوں ہاتھوں میں سونے کے کنگن تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا کیا تم ان کی زکواۃ ادا کرتی ہوانہوں نے کہا نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا

"اتحبان ان یسورکماالله بسوارین من نار قالتالاقال فادیازکواته(۴۷)

یعنی کیا تم یہ بات پسند کرتی ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں آگ کے کنگن پہنائے انہوں نے کہا نہیں تو فرمایا ان کی زکواۃ ادا کیا کرو۔

ان احادیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اسلام میں دیگر مالیاتی اشیاء کی طرح سونے میں بھی زکوۃ واجب ہے۔

بعض احادیث میں آنحضور ﷺ نے سونے کا نصاب بھی بیان فرمایا ہے:

سنن دارقطنی میں روایت ہے کہ حضرت عمرو بن شعیبؓ اپنے باپ اور دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضورا کرم ﷺ نے فرمایا:

ولافی اقل من عشرین مثقالا من الذهب شیئی(۴۸)

یعنی بیس مثقال سے کم سونے پر زکواۃ نہیں ہے۔

امام دار قطنی (م ۳۸۵ھ) نے اپنی سنن میں حضرت عبداللہ بن عمر اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت نقل کی ہے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یاخذمن کل عشرین دیناراً نصف دینار ومن الاربعین دیناراً دیناراً (۴۹)

حضور اکرم ﷺ بیس دینار سے نصف دینار اور چالیس دینار سے ایک دینار زکواۃ وصول کرتے تھے۔

علامہ ابن حزم (م ۴۵۲ھ) نے بھی المحلیٰ میں ایک روایت نقل کی ہے۔

ان الذھب لا یؤخذمنھا شیئی حتی تبلغ عشرین دیناراً فاذا بلغ عشرین دینارا ففیہ نصف دینار (۵۰)

یعنی سونا جب بیس دینار کسی کے پاس ہو تو اس سے نصف دینار زکواۃ وصول کی جائے۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

ولیس علیک شئی یعنی فی الذھب حتی تکون لک عشرون دینارا فاذاکانت لک عشرون دیناراً وحال علیھا الحول ففیھانصف دینار (۵۱)

اگر تمہارے پاس بیس دینار ہوں اور ان پر ایک سال گزر جائے تو ان پر نصف دینار زکواۃ ہو گی۔

ان تمام احادیث و آثار سے سونے کے نصاب زکواۃ کی یہ وضاحت ہوتی ہے کہ بیس دینار پر نصف دینار زکواۃ ادا کرنا ضروری ہے۔ امام احمد بن حنبل کے علاوہ باقی تینوں آئمہ فقہاء کا اسی نصاب پر اجماع ہے (۵۲)

یہ نصاب ہمارے مروجہ اوزان کے مطابق ساڑھے سات تولے یا ۸۷-۴۸ گرام سونا بنتا ہے۔

ہدایہ میں بھی ہے کہ بیس مثقال کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں لہذا ان کی وضاحت کی جاتی ہے۔

دینار: بعثت نبوی ﷺ کے وقت عرب سونے کا جو سکہ استعمال کرتے تھے اسے دینار کہا جاتا تھا۔ یہ سکہ اہل عرب دیگر ممالک سے درآمد کرتے۔ اس کا وزن ایک مثقال (ساڑھے چار ماشہ) ہوتا۔ چونکہ اہل مکہ زیادہ تر تجارت پیشہ لوگ تھے اور اپنے معاملات میں دینار، درہم، مثقال اور اوقیہ (اڑھائی تولے تقریباً) کا اکثر استعمال کرتے۔ اسی بنا پر

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

"المیزان میزان اھل مکۃ" (۵۴)

وزن میں اہل مکہ کے اوزان معتبر ہیں۔

دینار کے استعمال اور لین دین کا ذکر اللہ تعالیٰ نے بھی سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۷۵ میں فرمایا۔ حضور اکرم ﷺ نے بھی متعدد احکام و مسائل (حق مہر اور دیات وغیرہ) میں اسے نصاب قرار دیا۔ البتہ دینار درہم کے مقابلے میں کم استعمال ہوتا تھا (۵۵)

اہل مدینہ زیادہ تر زراعت پیشہ لوگ تھے۔ لہذا ان کے پیمانوں کو آنحضور ﷺ نے معتبر قرار دیا (۵۶)

مثقال: یہ ایک قدیم وزنی پیمانہ تھا جو ہمارے ساڑھے چار ماشہ کے برابر ہے۔ اس پیمانے کا ذکر تورات میں بھی ملتا ہے۔ شریعت موسوی میں ہر شخص کو آدھا مثقال (ساڑھے چار ماشہ) سونا زکواۃ ادا کرنا پڑتی تو خواہ وہ امیر ہو یا غریب (۵۷) لہذا اصل نصاب ہی مقدار سونا ہے۔

چاندی کا نصاب: چاندی کے نصاب کے متعلق بھی حضور اکرم ﷺ کی واضح احادیث موجود ہیں۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے:

لیس فیما دون خمس اواق من الورق صدقۃ (۵۸)

پانچ اواق سے کم چاندی پر زکواۃ نہیں۔

اواق اوقیہ کی جمع ہے۔ ایک اوقیہ ۴۰ درہم کے مساوی ہوتا ہے اور پانچ اواق ہمارے مروجہ وزن ساڑھے باون تولے یا ۳۲۔۶۱۲ گرام کے برابر ہوتے ہیں۔

صحیح مسلم میں بھی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا

لیس فیما دون خمس اواق صدقۃ (۵۹)

چاندی اگر پانچ اواق سے کم ہو تو اس پر زکواۃ نہیں۔

ترمذی کی روایت میں اواق کی بجائے درہم کے الفاظ ہیں ارشاد ہوتا ہے:

فھاتوا صدقۃ الرقۃ من کل اربعین درھما درھم ولیس فی تسعین ومائۃ شئی فاذا بلغت مائتین ففیھا خمسۃ دارھم" (۶۰)

یعنی دوسو درہم پر پانچ درہم زکواۃ ہوگی۔
امام نسائی نے حضرت علیؓ کا قول بھی دراہم کے متعلق نقل کیا ہے۔

ليس فيمادون مائتين زكواة (من الدراهم) (٦١)

یعنی دوسو درھم سے کم پر زکواۃ نہیں ہے۔
حضرت معاذؓ کو جب یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو حضور ﷺ نے انہیں فرمایا:

اذاكانت الورق مائتى درهم فخذمنها خمسة دراهم (٦٢)

دوسو درہم پر پانچ درہم زکواۃ وصول کرو۔
دار قطنی میں اس کے آگے یہ الفاظ ہیں۔

ولاتاخذممازادشيئا حتى تبلغ اربعين درهما واذا بلغ اربعين درهما فخذمنه درهما (٦٣)

یعنی ۲۰۰ درہم کے بعد ۲۳۹ تک پانچ درہم میں زکواۃ ہوگی البتہ جب ۲۴۰ درہم ہوجائیں تو پھر چھ درہم زکواۃ ہوگی اسی طرح ۲۰۰ درہم کے بعد ہر چالیس درہم پر ایک درہم زکواۃ ہوگی۔
گویا اس حدیث میں درہم یا چاندی کے نصاب کا باقاعدہ ذکر کیا گیا ہے۔
چاندی کی فرضیت زکواۃ اور نصاب چاندی سے متعلق اتنی واضح احادیث ہونے کی بنا پر کسی فقہی امام کو کوئی اختلاف نہیں یہی وجہ ہے کہ اس نصاب پر آئمہ فقہاء کا اجماع ہے (۶۴)
عربوں میں چاندی کا سکہ درہم رائج تھا۔لہذا اس کا مختصر ذکر بھی فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

درہم: عرب میں درہم چاندی کا سکہ ہوتا تھا۔اہل عرب اسے فارس، روم اور بزنطین سے درآمد کرتے تھے۔یہ مختلف اوزان کے ہوتے تھے۔بڑے چھوٹے ہلکے اور بھاری۔اسی لئے عرب انہیں شمار کے لحاظ سے استعمال کرنے کی بجائے وزن کے لحاظ سے استعمال کرتے تھے۔یہی وجہ ہے کہ چاندی کے نصاب سے متعلق دو طرح کی احادیث ہیں۔

اول: وہ جن میں پانچ اوقیہ چاندی کو نصاب قرار دیا گیا۔

دوم: وہ جن میں ۲۰۰ درہم کو بنیادی نصاب مقرر کیا گیا۔

چونکہ ایک درہم تین ماشے سے تھوڑا سا زیادہ ہوتا ہے۔لہذا ۲۰۰ درہم کا وزن ہمارے مروجہ

نصاب کے مطابق ساڑھے باون تولے یا ۳۲-۶۱۲ گرام ہوتا ہے جبکہ معروف مصری محقق ڈاکٹر یوسف قرضاوی کی تحقیق کے مطابق ۲۰۰ درہم کا وزن ۵۹۵ گرام ہے(۶۵)

ابن عابدین(م ۱۱۹۸ھ) نے لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں درہم مختلف تھے۔ بعض ۱۰ درہم دس مثقال وزن کے برابر بعض ۱۰ درہم چھ مثقال کے اور بعض ۱۰ درہم پانچ مثقال کے برابر تھے۔ آپ نے ان تمام کی اوسط نکال کے ۱۰ درہم سات مثقال کے برابر کردیا(۶۶)

بہرحال عرب میں دینار کی بجائے درہم زیادہ استعمال ہوتا تھا جس کی وجہ ابن قدامہ(م ۶۲۰ھ) نے یہ بیان کی ہے کہ چاندی نقدی کی شکل میں عربوں کے ہاں زیادہ رائج تھی(۶۷) اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے بھی بیشتر احکامات میں چاندی کے انہی سکوں کو بنیاد بنایا ہے۔

یہاں یہ امر قابل ذکر ہوگا کہ اوزان کے پیمانوں اور سکوں کا تعلق عرف سے ہوتا ہے جبکہ اوزان معیاری ہوتے ہیں۔

کرنسی نوٹ پر زکواۃ

عہد قدیم میں انسان نقد رقم سے واقف نہ تھا۔ لوگ آپس میں اشیاء کے تبادلہ سے لین دین کرتے جس شخص کے پاس جو چیز زائد ہوتی وہ اسے دے کر اپنی ضرورت کی اشیاء خرید لیتا۔

اس طریقے میں طرح طرح کی دقتیں تھیں۔ نیز قیمتوں کے تعین کے لئے بھی یہ طریقہ معیار کا کام نہیں دیتا تھا۔ لہذا لوگوں نے پھر سونے اور چاندی کو قیمتوں کے تعین کیلئے معیار بنایا۔ اور ان کو سکوں کی شکل میں ڈھالا گیا۔

یہی وجہ ہے کہ قدیم زمانے میں وہ تمام سکے جنہیں ملک کا ٹکسال جاری کرتا تھا وہ زر میں شامل ہوتے تھے۔ یہ سکے بنیادی طور پر دو طرح کے ہوتے تھے۔

۱-معیاری دھاتی زر: ان سے مراد وہ دھاتی سکے ہوتے جن کی ظاہری اور حقیقی مالیت برابر ہوتی۔

۲-علامتی دھاتی زر: وہ دھاتی سکے جن کی ظاہری مالیت ان کی حقیقی مالیت سے زیادہ

ہوتی علامتی دھاتی زر کہلاتے۔ انیسویں صدی کے بعد سکوں کا کردار کم ہو گیا اور کاغذی کرنسی کا دور شروع ہو گیا۔ یہ نوٹ بھی دو طرح کے ہوتے ہیں۔

(i) **بدل پذیر کاغذی زر:** وہ کاغذی زر جسے مرکزی بینک معیاری دھاتی زر میں تبدیل کرنے کی ذمہ داری لیتا ہے جیسے پاکستان میں دو روپے کے نوٹ سے لے کر 1000 روپے کے نوٹ تک۔ ایسی ہی کرنسی کے متعلق انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا میں ہے۔

Since the abandonment of the gold standered in the 1930, Governments have not beeen obligated to repay the holders of currency any form of precious metal. Consequently the volume of currency is determined by the actions of the Government or centeral Bank and not by the repay of precious metals.

یعنی ۱۹۳۰ء سے سونے کے معیار کو ترک کرنے کی بنا پر حکومتیں کرنسی مالکان کو کسی قیمتی دھات کی ادائیگی پر پابند نہیں ہیں اسی لئے کرنسی کی مقدار حکومت یا مرکزی بینک کی تحریکوں سے متعین ہوتی ہے نہ کہ قیمتی دھاتوں کی دستیابی سے۔

بہرحال پاکستان میں یہ نوٹ متناسب محفوظ سرمایہ کے حصول کے تحت جاری کیے جاتے ہیں اور ہر سو روپے پر تیس روپے کا سونا سٹیٹ بینک کو محفوظ رکھنا پڑتا ہے۔

(ii) **غیر بدل پذیر زر:** وہ کرنسی جسے معیاری زر میں تبدیل کرنے کی حکومت یا قومی بینک گارنٹی نہیں دیتے جیسے ایک روپے کا نوٹ۔ ایسے نوٹ جاری کرتے وقت کسی قسم کا ریزو یا محفوظ سرمایہ یا سونا بھی رکھنا نہیں پڑتا۔

اس زری پالیسی کا ایک مقصد سونے کے ذخائر کو ملک میں قائم رکھنا ہوتا ہے کیونکہ اس کے بغیر کرنسی کے نظام کو مستحکم بنیادوں پر چلانا ممکن نہیں ہوتا (۶۹)

کرنسی نوٹ پر زکواۃ کے ضمن میں علامہ عبدالرحمن جزیری (م ۱۹۴۱ء) نے لکھا ہے
"جمہور فقہاء کے نزدیک کاغذ کے کرنسی نوٹوں پر زکواۃ واجب ہے کیونکہ عام کاروبار میں سونے چاندی کی جگہ ان سے کام لیا جاتا ہے۔ تین آئمہ فقہاء (احناف، شوافع اور مالکیہ) کا اس پر اجماع ہے کہ کرنسی نوٹوں پر زکواۃ واجب ہے جبکہ حنابلہ کے نزدیک کرنسی نوٹوں کو جب تک سونے یا چاندی میں منتقل نہ کیا جائے زکواۃ واجب نہیں

ہوتی(۷۰)دیگر جدید علماء احناف بھی کرنسی نوٹوں پر زکواۃ کی ادائیگی لازمی قرار دیتے ہیں(۷۱)
اس زری پالیسی سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مروجہ کرنسی متناسب محفوظ سرمایہ جو کہ سونا ہوتا ہے کی بنیاد پر جاری کی جاتی ہے لہذا اس کرنسی کو چاندی کی بجائے سونے کے قائم مقام سمجھا جائے۔لہذا ادائیگی زکواۃ کے وقت اس کا نصاب سونے کی قیمت ہی کے حساب سے مقرر کیا جائے نہ کہ چاندی کی قیمت کے حساب سے۔
برادر اسلامی ملک کویت میں مروجہ کرنسی دینار پر زکواۃ کی ادائیگی کے لئے سونے ہی کی قیمت کو نصاب مقرر کیا جاتا ہے۔وزارت الاوقاف والشوؤن الاسلامیہ کویت کی طرف سے شائع ہونے والے ایک رسالہ الوعیہ الاسلامیہ میں کرنسی نوٹوں پر نصاب زکواۃ کی تحدید کے متعلق لکھا ہے۔

اذا بلغ مايملكه المسلم منها ماقيمته عشرون مثقالا من الذهب فتحسب البنكنوت على اساس نصاب الذهب لان لهامقابلاذهبيا في بنك الدولةهوما يسميه الاقتصاديون بالغطاء الذهبي........

وعلى هذا يجب ان يراعى كل انسان القيمة السائدة للذهب فى بلده وقت اخراج الزكاة(۷۲)

جب کوئی مسلمان بیس مثقال (ساڑھے سات تولہ) سونے کی قیمت کا مالک ہو تو ہم اس سونے کی قیمت پر بینک نوٹ کا حساب کریں گے کیونکہ سٹیٹ بنک اسی سونے کے مقابلے کرنسی نوٹ جاری کرتا ہے اور معیشت دانوں نے اس کا نام سونے کا غلاف رکھا ہے۔اس لئے ضروری ہے کہ زکواۃ کی ادائیگی کے وقت ہر آدمی سونے کی رائج الوقت قیمت کا لحاظ رکھے۔

سامان تجارت میں زکواۃ: اسلام میں تجارتی سامان پر بھی زکواۃ فرض ہے۔ سنن نسائی میں روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

ان الذی لایودی زکواۃ مالہ یخیل الیہ مالہ یوم القیمۃ شجاعاًاقرع لہ زبیبتان قال فلیلتزمہ اویطوقہ قال یقول اناکنزک(۷۳)

بے شک وہ شخص جو اپنے مال سے زکواۃ ادا نہیں کرتا قیامت کے دن اس کا مال ایسے گنجے سانپ کی شکل اختیار کرے گا جس کی آنکھوں پر دو نقطے ہوں گے اور وہ سانپ اس شخص کی گردن میں لپٹ جائے گا اور کہے گا میں تیرا خزانہ ہوں۔

سنن ابی داوٗد میں روایت ہے کہ حضرت سمرہؓ بن جندب کہتے ہیں:

کان یأمرناان نخرج الصدقۃ من الذی نعدللبیع(۷۴)

کہ ہمیں حضور اکرم ﷺ حکم فرماتے تھے کہ ہم اس مال سے زکواۃ ادا کریں جو ہم خرید وفروخت کیلئے رکھتے ہیں۔

اس حدیث کی شرح میں ملا علی قاری (م ۱۰۱۴ ھ) لکھتے ہیں:

"فیہ دلالۃ ظاھرۃ بوجوب زکواۃ التجارۃ"

یہ حدیث تجارتی مال پر زکواۃ کے وجوب کو ظاہر کرتی ہے۔

ان احادیث سے مال تجارت پر زکواۃ کی ادائیگی کے وجوب کا اثبات ہوتا ہے لیکن مال تجارت پر ادائیگی زکواۃ کی قابل عمل صورت کیا ہے۔ اس کے متعلق ہدایہ میں ہے۔

"الزکواۃ واجبۃ فی عروض التجارۃ کائنۃماکانت اذابلغت قیمتھانصابا من الورق اوالذھب"(۷۶)

سامان تجارت پر زکواۃ واجب ہے۔ اگرچہ کوئی چیز ہو جب اس کی قیمت سونے اور چاندی کے نصاب کو پہنچے۔

سونے اور چاندی کے نصاب کو پہنچنے میں ائمہ فقہا کے مختلف اقوال ہیں۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ (م ۱۵۰ ھ) کا قول یہ ہے۔

"انہ یقومھابانفع نقدین للفقراء"(۷۷)

مال تجارت کو اسی نصاب سے جانچا جائے جس میں فقراء کا زیادہ فائدہ ہو۔ کیونکہ صاحب مال نے اس مال سے پورا سال فائدہ اٹھایا۔ اب اسے فقراء کی منفعت کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ ایک

دوسرے قول میں آپ نے مالک کو اختیار دیا ہے کہ چاہے درہم سے یا دینار سے مال تجارت کی قیمت کا اندازہ لگائے۔ کیونکہ دونوں نقد میں برابر ہیں۔ امام ابو یوسفؒ (م ۱۸۲ ھ) کے نزدیک یہ ہے۔

"انہ یقومہا بما اشتراہا فان اشتراہا بالدرھم قومہا بالدراھم وان اشتراہا بالدینار قومہا بالدینار" (۷۸)

اگر وہ مال تجارت دراہم کے عوض خریدا ہے تو اس کا اندازہ چاندی کے نصاب سے اور اگر اس کی قیمت میں دینار ادا کیے ہیں تو سونے کے نصاب سے تحدید ہوگی۔

اگر سامان تجارت کو درہم یا دینار کے سوا کسی اور چیز کے عوض خریدا ہے تو ایسے نقد سے اندازہ کرے جو زیادہ مروج ہو (۷۹)

اس مسئلہ میں امام محمد (م ۱۸۹ ھ) کا یہ قول ہے۔

"یقومہا بالنقد الغالب علی کل حال" (۸۰)

سامان تجارت کا اندازہ اس سکہ کی مالیت سے لگایا جائے جو زیادہ رائج الوقت ہو۔ دوسرا قول آپ کا یہ بھی منقول ہے۔

"انشاء بالدراھم وان شاء بالدنانیر" (۸۱)

یعنی مالک کو اختیار ہے کہ وہ چاہے چاندی سے مال تجارت کو جانچے یا سونے سے۔

ان تینوں اقوال میں سے پہلے قول میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ نے فقراء سے ہمدردی کا ذکر فرمایا ہے۔

اسی بات کو اگر عصر حاضر میں دیکھا جائے تو یہ ہمدردی جہاں زکواۃ وصول کرنے والوں کیلئے ہوگی وہاں زکواۃ ادا کرنے والوں کیلئے بھی محسوس ہوگی کیونکہ آج 4,300/00 روپے کی مالیت سے بنائی ہوئی دوکان کیا چھوٹے سے کنبہ کی تمام ضروریات کو پورا کرتی ہے؟ لہذا وہ مال تجارت جس سے ایک کنبہ کا گزارہ مشکل ہو اتنی مالیت پر ادائیگی زکواۃ کا حکم کیسے دیا جاسکتا ہے۔ البتہ اگر سونے کو مال تجارت کا معیار قرار دیا جائے تو اڑتیس ہزار روپے کی مالیت سے اتنا مال تجارت ہوسکتا ہے جس سے آج ایک کنبہ اپنی ضروریات کو کسی حد تک پورا کر سکے۔

امام ابو یوسفؒ نے اس کرنسی سے مال تجارت کی قیمت کا اندازہ لگانے کا قول

فرمایا ہے جس کرنسی کو دے کر وہ مال تجارت خرید اگیا ہو۔لہذا ہمارے ہاں وہ کرنسی روپیہ ہے اور یہ کاغذی نوٹ بھی سونے ہی کو معیار بنا کر چھاپے جاتے ہیں۔لہذا اس لحاظ سے بھی مال تجارت میں سونے کے نصاب کو معیار بنانا زیادہ بہتر ہے۔

امام محمدؒ نے مروجہ کرنسی کے مطابق اندازہ لگانے کا حکم دیا ہے اور دوسرے قول میں مالک کو مختار بنایا ہے کہ وہ جس نصاب سے چاہے مال تجارت کی قیمت کا اندازہ لگائے تو یہ قول بھی سونے ہی کو نصاب بنانے میں زیادہ رائج نظر آتا ہے۔کیونکہ عصر حاضر میں سونا ہی اشیاء کی قیمتوں کے تعین میں کام آتا ہے اور بین الاقوامی سطح پر مبادلہ کے طور پر کام آتا ہے۔عالمی معاشی منڈی میں چاندی کو یہ صلاحیت نہیں اور نہ ہی یہ مبادلہ کے طور پر کام آتی ہے۔

معیار غنیٰ: شریعت اسلامیہ میں جو مختلف نصابات مقرر کئے گئے ہیں ان کے متعلق شاہ ولی اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ جلد دوم زکواۃ کی مقدار کے بیان میں فرمایا:

کہ یہ تمام نصابات اس لئے مقرر کئے گئے تھے کہ یہ نصابات ایک متوسط درجے کے گھرانے کیلئے سال بھر کی ضروریات کیلئے کافی ہوتے۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ یہ تمام نصابات سونے کے نصاب سے مساوی تھے۔ان کا مالک اسی لئے غنی کہلاتا تھا۔

سنن ابی داؤد میں "من یعطی من الصدقۃ وحد الغنی" کے عنوان سے ایک باب قائم کیا گیا ہے۔اس باب میں حضور ﷺ کی دو احادیث مروی ہیں۔ایک حدیث میں غنیٰ کی حد پچاس درہم یا اس کی قیمت کا سونا مقرر کی گئی ہے(۸۲)اور دوسری حدیث میں فرمایا:

جس شخص کے پاس ایک اوقیہ یعنی چالیس درہم ہوں وہ غنی ہے(۸۳)

ان احادیث کی شرح کرتے ہوئے علامہ فخر الحسن گنگوہی لکھتے ہیں

غنی تین قسم کے ہوتے ہیں:

اول: وہ جن پر ادائیگی زکواۃ ضروری ہو اور وہ سارا سال صاحب نصاب ہوں۔

دوم: وہ جن پر صدقہ لینا حرام ہو۔ان پر صدقہ فطر اور قربانی دینا واجب ہو۔اور ان کے پاس حاجات ضروریہ یا اصلیہ سے فاضل اموال جن کی قیمت نصاب زکواۃ تک

پہنچے، ہوں۔

سوم: وہ لوگ جن پر سوال کرنا حرام ہو لیکن صدقہ لینا جائز ہو۔ ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو ایک دن رات کی خوراک کے مالک ہوں اور لباس بھی پہنا ہو۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے نزدیک ایسے افراد کی حد پچاس درہم کا مالک ہونا ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک جو شخص ۲۰۰ درہم کا مالک ہو اس کیلئے صدقہ وصول کرنا حرام ہے۔(۸۴)

بہر حال یہ ایک حقیقت ہے کہ حضور ﷺ کے دور میں ۲۰۰ درہم ایک معقول رقم تھی جس سے ایک چھوٹا گھرانہ مہینہ بھر کی ضروریات آسانی سے پوری کر سکتا تھا۔

فتح مکہ کے بعد ۸ھ میں حضور اکرم ﷺ نے حضرت عتاب بن اسیدؓ کو مکہ کا عامل مقرر فرمایا تو ان کی تنخواہ ساٹھ درہم ماہانہ مقرر کی۔ ابن الاثیر (م ۶۰۶ ص) نے حضرت عتابؓ کا یہ قول نقل کیا ہے۔

"قدرزقنی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کل یوم درھمین" (۸۵)

اس وقت آپ کی عمر بیس سال تھی اور آپ کا ایک غلام تھا(۸۶) ڈاکٹر حمید اللہ نے ان کی تنخواہ ۳۰ درہم ماہانہ تحریر کی ہے(۸۷) جبکہ حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت علیؓ کی رائے کے موافق اکابر صحابہ کے ساتھ ساتھ اپنا وظیفہ پانچ ہزار درہم سالانہ (جو کہ 416.66 درہم ماہانہ بنتے ہیں) مقرر کیا(۸۸)

تنخواہوں کے تعین میں اتنا بڑا فرق ذرائع آمدن کی وجہ سے تھا۔ فتح مکہ کے وقت مملکت اسلامیہ اپنے بالکل ابتدائی مراحل میں تھی جبکہ حضرت عمر فاروقؓ کے عہد میں اسلامی حکومت کے ذرائع آمدن کافی حد تک بڑھ چکے تھے۔ حالانکہ حضرت عمر فاروقؓ کا طرز زندگی سادگی کے لحاظ سے مثالی تھا۔ دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ آپ کے عہد میں عہد رسالت مآب ﷺ کی نسبت اشیاء کی قیمتوں میں بھی کافی فرق آچکا تھا۔ جیسا کہ آپؓ نے دیت کے متعلق فرمایا۔

کانت قیمۃ الدیۃ علی عھد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ثمان مائۃ دینار وثمانیۃ آلاف درھم.......الا ان الابل قد غلت قال ففرضھا عمر علی اھل الذھب الف دینار وعلی اھل الورق اثنی عشر الف درھم(۸۹)

حضرت عمر بن شعیبؓ روایت کرتے ہیں کہ عہد نبوت ﷺ میں دیت ۸۰۰ دینار یا ۸۰۰۰ درہم ہوا کرتی تھی۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے عہد میں ایک تقریر کے دوران فرمایا کہ اونٹوں کی قیمتیں گراں ہو گئی ہیں اور آپ نے سونے کے مالکوں پر ایک ہزار دینار اور چاندی کے مالکوں پر بارہ ہزار درہم دیت مقرر فرمائی۔

یہ روایت جہاں عہد رسالت ﷺ اور حضرت عمر فاروقؓ کے عہد تک مہنگائی کو ظاہر کرتی ہے۔ وہاں اس بات کی دعوت فکر دی جارہی ہے کہ مہنگائی کے باعث تحدید نصاب میں تبدیلی ممکن ہے۔

بہرحال ۲۰۰ درہم چاندی کی مالیت روپوں میں 4,300/00 روپے وہ رقم ہے جسے عصر حاضر میں غنی کہتے ہوئے جھجک محسوس ہوتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا بھی ارشاد گرامی ہے جو آپ نے حضرت معاذؓ بن جبل کو گورنر یمن بناتے وقت فرمایا تھا۔

کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکواۃ فرض کی ہے جو ان کے اغنیاء سے لے کر فقراء میں تقسیم کی جائے گی (۹۰) اور ایک دوسرے موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا:

"خیر الصدقۃ ما کان عن ظھر غنی" (۹۱)

وہ صدقہ بہتر ہے جس کے دینے کے بعد آدمی مالدار رہے۔

ان تمام دلائل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کرنسی نوٹوں پر زکواۃ کا نصاب طے کرنے کیلئے چاندی کے نصاب کی بجائے سونے کے نصاب کو معیار بنانا شریعت کی روح زکواۃ کے زیادہ قریب ہے۔ اس لئے کہ

۱۔ کرنسی نوٹوں کے اجراء کی بنیاد سونا ہوتی ہے۔

۲۔ عصر حاضر میں چاندی کے نصاب کی مالیت کی رقم کا مالک غنی نہیں کہلاتا جبکہ سونے کے نصاب کی رقم کا مالک غنی کہلا سکتا ہے۔

۳۔ دیگر نصابات چاندی کی مالیت کی بجائے سونے کی مالیت کے زیادہ قریب ہیں۔

۴۔ سابقہ شرائع کے پس منظر میں سونا اصل معیار ہے۔ جبکہ چاندی اور دیگر نصابات اسی کے مطابق مقرر کئے گئے۔ البتہ چاندی بلحاظ جنس چاندی کا نصاب وہی

رہے گا جو حضور اکرم ﷺ نے مقرر فرمایا جبکہ دیگر وہ مالیاتی اشیاء جن کا نصاب شارع علیہ السلام نے مقرر نہیں فرمایا لیکن وہ مال کے ضمن میں آتی ہیں ان کی زکواۃ کا نصاب طے کرتے وقت

چاندی کی بجائے سونے کو مقرر کرنا اقرب الی الصواب ہے۔

تحدید نصاب زکواۃ کی اہمیت

کرنسی نوٹوں کے نصاب زکواۃ کی تحدید وہ اہم مسئلہ ہے جس پر جدید مسلم مفکرین نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔

امام الھند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م ١١٧٦ ھ) نے حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا ہے:

"انماقدرمن الورق خمس اواق لانهامقداريكفى اقل اهل بيت سنةكاملةاذاكانت الاسعارموافقةفى اكثرالاقطارواستقرى عادات البلادالمعتدلةفى الرخص والغلاء تجدذلک"(٩٢)

چاندی میں پانچ اوقیہ کی مقدار اس لئے مقرر فرمائی کہ یہ مقدار ایک چھوٹے سے چھوٹے گھر کو پورے سال کیلئے کافی ہوسکتی ہے بشرطیکہ اکثر ملکوں میں غلے کا نرخ قریب قریب ہو اور معتدل ملکوں کے لوگوں کی عادات کو تلاش کرنے سے گرانی اور ارزانی میں اس بات کا علم ہوسکتا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک چھوٹا سا کنبہ جو کم از کم چار افراد پر مشتمل ہو کیا کسی بھی اسلامی ملک میں ساڑھے باون تولے چاندی (4,300/00 روپے) میں پورے سال کا گزارا کرسکتا ہے اور اس رقم کا مالک شریعت کی نظر میں کس طرح غنی ہوگا۔

جدید مصری محقق ڈاکٹر یوسف قرضاوی اس مسئلہ کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں۔

دور جدید میں اس بات کا احتمال نہیں رہا کہ سونے کا نصاب زکواۃ علیحدہ ہو اور چاندی کا نصاب زکواۃ جدا۔ اس لئے کہ اب ساری دنیا میں لوگوں کے درمیان لین دین کاغذی کرنسی سے ہوتا ہے اور لوگوں کو اس بات کا اتفاق تک پیش نہیں آتا کہ وہ دھات کے سکے دیکھیں بالخصوص سونے کے۔

اس لئے اب قدیم بحث کی گنجائش نہیں رہی کہ ان میں سے ایک نصاب کو دوسرے نصاب میں ضم کیا جاسکتا ہے یا نہیں۔ اب بحث یہ ہونی چاہیے کہ دونوں نقود سونے اور چاندی میں سے کس سے نصاب زکواۃ کا تعین کیا جائے یعنی وہ تونگری (غنی) جس سے زکواۃ واجب ہوتی ہے اس کی ابتدائی حد کیا ہے؟ اس صورت حال میں شارع علیہ الصلواۃ

والسلام نے سونے اور چاندی کا الگ الگ نصاب متعین فرمایا ہے۔
اب کیا ہم چاندی سے کرنسی نوٹ کے نصاب زکواۃ کی تحدید کریں۔اکثر مسلمان معاصرین کی یہی رائے ہے اور اس کی دو وجوہات ہیں۔

اول: چاندی کے نصاب پر اجماع ہے اور یہ نصاب احادیث مشہورہ اور سنت صحیحہ سے ثابت ہے۔

دوم: چاندی کا نصاب فقراء کے حق میں زیادہ مفید ہے اس سے مسلمانوں کی زیادہ تعداد پر زکواۃ کی ادائیگی لازم ہوجاتی ہے۔جبکہ دیگر علماء کے نزدیک مروجہ کرنسی کیلئے نصاب زکواۃ کا اندازہ سونے سے کرنا چاہیے کیونکہ چاندی کی قیمت میں عہد رسالت ماب ﷺ کے بعد بہت زیادہ فرق آچکا ہے۔جب کہ سونے کی قیمت کافی حد تک مستحکم رہی۔اور زمانے کے اختلاف کے باوجود سونا کافی حد تک مستحکم قیمت کا حامل رہا ہے(۹۳)

اس ضمن میں نامور مصری محقق ابوزہرہ نے کہا ہے ہماری رائے یہ ہے کہ جب دیگر اموال کے نصاب کے ساتھ ہم اس کا تقابل کرتے ہیں تو موجودہ زمانے میں سونے کا نصاب ان سے قریب تر دکھائی دیتا ہے۔آج پانچ اونٹ یا چالیس بکریوں کی قیمت تقریباً ۴۰۰ دینار ہے پھر یہ کس طرح ممکن ہے کہ نقدی کی اتنی قلیل مقدار پر زکواۃ عائد کی جائے کہ جس سے ایک بکری بھی خریدی نہ جاسکتی ہو جب کہ بکریوں کےلئے نصاب زکواۃ کی حد چالیس بکریاں ہوں(۹۴)

شبلی نعمانیؒ(م ۱۹۱۴ء)نے شرح زکواۃ کے بنیادی نصاب کا ذکر کرتے ہوئے لکھاہے۔

شرح زکواۃ کے تعین کے سلسلہ میں شرائع سابقہ میں ایک کمی جس کی تکمیل حضورا کرم ﷺ نے کی ، یہ تھی کہ ان میں امیر وغریب اور کم وزیادہ دولت والوں کی تعریف نہیں کی گئی تھی تورات میں غلہ اور مویشی پر جو عشر اور نقد پر جو آدھا مثقال (۱-ماشہ ۲-رتی)مقرر کیا گیا تھا۔اس میں اس کا لحاظ نہیں رکھا گیا بلکہ آدھے مثقال کی زکواۃ میں تو یہاں تک کہہ دیا گیا کہ

"خداوند کیلئے نذر کرتے وقت آدھے مثقال سے امیر زیادہ نہ دے اور غریب کم نہ دے"(خروج ۳۰-۱۵)

لیکن شریعت محمدیہ نے اس نکتہ کو ملحوظ رکھا اور غریبوں، ناداروں مقروضوں اور ان غلاموں کو جو سرمایہ نہیں رکھتے تھے یا اپنی آزادی کیلئے سرمایہ جمع کر رہے ہوں اس سے بالکل مستثنی کردیا۔ اسی طرح دولت کی کم مقدار رکھنے والوں پر بھی ان کی اپنی حسب خواہش اخلاقی خیرات کے علاوہ کوئی باقاعدہ زکواۃ عائد نہیں کی اور کم مقدار کی دولت کا معیار بھی اس نے خود مقرر کیا۔ سونے کی مقدار وہی آدھا مثقال رکھی لیکن بتادیا کہ یہ اسی سے لیا جائے گا جو کم از کم بیس مثقال (۱۵-اوقیہ) ساڑھے سات تولہ سونے کا مالک ہو اور پانچ اوقیہ یعنی ۲۰ مثقال سونے کی متوسط قیمت ۲۰۰ درہم چاندی کے سکے ہیں (۹۵)

علامہ شبلیؒ کے اس بیان سے یہ واضح ہوتا ہے کہ شریعت موسوی میں ادائیگی زکواۃ کی جو شرح سونے کی تھی وہی شرح سونے میں شریعت محمدی میں رکھی گئی۔ ہمارے لئے ایک خاص محدود نصاب مقرر کیا گیا اور وہ بنیادی طور پر سونے کا معیار ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے چاندی کا نصاب ۲۰۰ درہم بھی دراصل اس سونے کے معیار کے تحت مقرر فرمایا۔ لہذا شریعت محمدیہ میں بھی ادائیگی زکواۃ کا اصل نصاب سونا ہی ہے نہ کہ چاندی۔

امام حاکم (م ۴۰۵ھ) نے حضرت عمرو بن حزمؓ کے نام حضور اکرم ﷺ کا ایک خط نقل فرمایا ہے جس میں بعض مسائل زکواۃ مذکور ہیں۔

اسی خط میں سونے کے نصاب کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا:

فاذابلغ قیمۃالذھب مائتی درھم ففی کل اربعین درھمادرھم (۹۶)

یعنی جب سونے کی قیمت دوسو درہم کو پہنچے تو پھر ہر چالیس درہم میں ایک درہم زکواۃ ہے۔

اگرچہ اسی روایت میں ۲۰۰ درہم کو سونے کی قیمت کا معیار قرار دیا گیا ہے۔ لیکن یہ اس لئے کہ اس دور میں زیادہ درہم سے ہی کاروبار حیات جاری تھا نہ کہ دینار سے۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا جاچکا ہے۔

لیکن جہاں پر فرضیت زکواۃ کی تاریخ کا ذکر ہے تو قرآن مجید احادیث مبارکہ اور تورات کے مطالعہ سے یہی بات واضح ہوتی ہے کہ اصلاً سونے پر زکواۃ فرض کی گئی اور سونے کو معیار بنا کر چاندی کی تحدید نصاب کی گئی۔

تحدید نصاب کے حوالے سے عصر حاضر کے نامور محقق ڈاکٹر حمید اللہ (م

دسمبر ۱۹۹۵ء بمطابق ۱۴۱۶ھ) نے خطبات بہاولپور میں ایک خطبہ کے دوران کیے گئے سوال (کتنی رقم پر زکواۃ واجب ہوگی یعنی کم سے کم مقدار) کے جواب میں کہا۔

اس کے متعلق اولاً یہ سوچنا چاہیے کہ عہد نبوی ﷺ میں درہم کی قوت خرید کیا تھی یعنی ایک درہم سے کتنا کام پورا ہوسکتا تھا۔ پھر اس کی اساس پر ہم آپ یہ دیکھیں کہ آج وہ غرض کتنے روپوں میں پوری ہوتی ہے۔ سیرت کی کتابوں میں ذکر آتا ہے کہ آٹھ ہجری میں رسول اکرم ﷺ نے مکہ معظمہ کی فتح کے بعد وہاں حضرت عتاب بن اسیدؓ کو گورنر مقرر فرمایا اور ان کی تیس درہم ماہانہ تنخواہ مقرر کی۔ اس تنخواہ میں گورنر، اس کی بیوی اور اس کے بچے اس کے گھر کے ملازم اور غلام وغیرہ سب گزارہ کرتے تھے۔

میری رائے میں اس پہلو پر بھی غور کرنے کی ضرورت ہے تاکہ ۲۰۰ درہم کی جگہ آسانی کے ساتھ ایسی شرح مقرر کی جاسکے جو سامان کی گرانی کے باعث ہمیں مناسب نظر آئے۔

فرض کیجیے کہ میں ایک درہم کو ایک روپے کے برابر تصور کرلوں تو آج کل کی گرانی میں ۲۰۰ روپے اتنی حقیر رقم ہے کہ وہ ہمارے ہاں کے چپڑاسی کو بھی ماہانہ تنخواہ دی جائے تو وہ قبول نہیں کرتا (۹۷)

بکری کی قیمت کے حوالے سے دیکھا جائے تو دیسی بکری آج چاندی کے نصاب کی قیمت 4,300/00 روپے سے صرف ایک آئے گی۔ جبکہ بکریوں کا نصاب ۴۰ ہے۔

ان محققین کی آراء کے بعد یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کرنسی نوٹ کے نصاب زکواۃ کی تحدید وہ اہم مسئلہ ہے جس پر مزید غور وخوض کی ضرورت ہے۔ لہذا مرکزی زکواۃ کونسل پاکستان کو چاہیے کہ اس مسئلہ کو اسلامی نظریاتی کونسل، وفاقی شرعی عدالت اور ادارہ تحقیقات اسلامی جیسے اداروں کے سامنے پیش کرے اور اس ضمن میں ان کی آراء کو قابل عمل بنائے۔

مصادر و حواشی

۱- شبلی نعمانی- سیرت النبی، دارالاشاعت، کراچی ۱۹۸۴ء ج:۱ ص:۳۲۷
ج:۵ ص:۱۱۳
اداره "زکواۃ" اردو دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور ۱۹۶۹ء، ج ۱
ص:۴۶۴

۲- توبہ:۱۰۳

۳- قاضی ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر مظہری، ترجمہ عبدالدائم جلالی، سعید کمپنی کراچی،
(ت-ن) ج:۵ ص:۱۰۴

۴- بخاری الجامع الصحیح (کتاب الزکواۃ باب لاتوخذ کرائم اموال الناس فی
الصدقۃ) نور محمد، کراچی ۱۹۴۸ء ج:۱ ص:۱۹۶

۵- ابن کثیر، البدایہ والنھایہ، الکمتبۃ القدوسیہ، لاہور ۱۹۸۴ء ج:۶ ص ۳۱۱

۶- روزنامہ نوائے وقت لاہور مورخہ ۲۱ جون ۱۹۸۰ء

۷- Zakat and ushr ordinance , No. xvII 1980,Article2 (xvA)

۸- روزنامہ نوائے وقت و جنگ لاہور مورخہ ۲۱ جنوری ۱۹۹۶ء

۹- مریم:۵۵

۱۰- انبیاء:۷۳

۱۱- مائدہ:۱۲

۱۲ مفتی محمد شفیع، تفسیر معارف القرآن، دارالعلوم، کراچی، ۱۹۷۹ء ج:۳ ص:۷۸

۱۳- مریم:۳۱

۱۴- تورات: خروج، باب ۳۰ آیت ۱۵

۱۵- بخاری: الجامع الصحیح (کتاب الزکواۃ، باب لیس فیما دون خمسۃ اوسق صدقۃ) ج:۱
ص:۲۰۱

۱۶- ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ (کتاب الزکواۃ باب صدقۃ الابل) نور محمد، کراچی (ت-ن) ص:۱۲۹

۱۷- مرغینانی، ہدایہ، (کتاب الزکواۃ، باب صدقۃ السوائم) المکتبۃ العربیۃ، کراچی (ت-ن) ج: ۱ ص: ۱٦۸

۱۸- ابن قدامہ، المغنی، مکتبۃ الریاض الحدیثیہ، الریاض، ۱۹۸۱ء ج: ۲ ص: ۵۷۷

۱۹- عبدالقادر عودہ، اسلام کا فوجداری قانون، ترجمہ ساجد الرحمن صدیقی، اسلامک پبلیکیشنز لاہور، ۱۹۸۸ء ج: ۲ ص: ۳٦۰

علامہ سرخسیؒ نے بھی مبسوط میں لکھا ہے "فی ذلک الوقت بنت مخاض باربعین درھماً" عہد رسالت ﷺ میں دوسرے سال کی اونٹنی کی قیمت چالیس درہم تھی۔ (السرخسی المبسوط، دار العرفۃ، بیروت، ت-ن ج: ۲ ص: ۱۵۰) حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں ایک اونٹ کی قیمت دو اوقیہ چاندی (۸۰ درہم) تک جا پہنچی (عبدالقادر عودہ، اسلام کا فوجداری قانون، ج: ۲، ص: ۳٦۰)

۲۰- امام مسلم، الجامع الصحیح (کتاب المساقاۃ والمزارعۃ، باب بیع البعیر) مطبع علیمی، دہلی (۱۳۴۸ھ ج: ۲ ص: ۲۹)

اس باب کی ایک حدیث میں اونٹ کی قیمت پانچ اوقیہ دوسری حدیث میں دو اوقیہ اور ایک درہم اور تیسری حدیث میں چار دینار جو ۴۰ درہم کے برابر ہے بیان کی گئی ہے۔ اونٹ کی قیمت میں یہ اختلاف جانور کی جسمانی حالت و کیفیت کی وجہ سے ہو سکتا ہے۔ البتہ ان احادیث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ عہد رسالت ﷺ میں اونٹ کی کم از کم قیمت چالیس درہم زیادہ سے زیادہ ۲۰۰ درہم بھی تھی۔ حضرت عمر فاروقؓ نے ایک اونٹنی قربان کی تھی جسے آپ نے ۳۰۰ دینار میں خریدا تھا (ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر مظہری مترجم، ج: ۱ ص: ۱۴۲)

۲۱- امام ترمذی، جامع ترمذی (کتاب الزکواۃ، باب ماجاء فی زکواۃ الابل والغنم)، مکتبہ رحیمیہ، دیوبند، ۱۹۵۲ء، ج: ۱، ص: ۹۹

۲۲- امام بخاری، الجامع الصحیح، (کتاب الزکواۃ، باب زکواۃ الغنم)، ج: ۱ ص: ۱۹٦

۲۳- امام بخاری، الجامع الصحیح، (کتاب الزکواۃ، باب زکواۃ الغنم)، ج: ۱ ص: ۱۹٦

۲۴- یوسف القرضاوی، فقہ الزکواۃ، موسستہ الرسالہ، بیروت، ۱۹۸۱ء ج: ۱ ص: ۱٦۹

۲۵- سرخسی، المبسوط، ج ۲، ص: ۱۵۰

۲۶۔ امام بخاری، الجامع الصحیح، ج: ۱ ص: ۱۹۵
۲۷۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری شرح البخاری، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور ۱۹۸۱ء ج۳ ص: ۳۲۴
۲۸۔ امام بخاری، الجامع الصحیح، (کتاب الزکواۃ، باب الزکواۃ الابل)، ج: ۱ ص: ۱۹۶۔
۲۹۔ ترمذی، جامع ترمذی، (کتاب الزکواۃ، باب یاجافی زکواۃ البقر) ج: ۱ ص: ۹۹
۳۰۔ دوسرے سال میں داخل ہونے والے گائے کے بچہ کو تبیعہ اس لئے کہاجاتاہے کہ یہ اپنے مادہ کے پیچھے پیچھے رہتاہے (یوسف قرضاوی، فقہ الزکواۃ ج: ۱ ص: ۱۹۴۔
۳۱۔ تیسرے سال میں داخل ہونے والے گائے کے بچہ کو مسنتہ اس لئے کہاجاتا ہے کہ اس کے دانت ظاہر ہوجاتے ہیں (قرضاوی، فقہ الزکواۃ، ج: ۱ ص: ۱۹۴
۳۲۔ یمن عرب کاوہ علاقہ ہے جس کا زیادہ رقبہ قابل کاشت اراضی پر مشتمل ہے۔ یہاں کے لوگ اکثر گائے پالتے تھے اس کی تصدیق اس رپورٹ سے بھی ہوتی ہے جو حکومت یمن کی طرف سے ۱۹۶۰ء میں شائع کی گئی کہ موجودہ یمن جس کا رقبہ سات لاکھ مربع کلومیٹر ہے میں تین لاکھ دس ہزار گائے پالی گئیں جبکہ اونٹ صرف ۷ ہزار پالے گئے (دکتور عدنان ترسیس، الیمن وحضارۃ العرب، دار مکتبہ الحیاۃ، بیروت (ت۔ن) ص: ۳۳، ۱۷۱)
یمن کے مختلف علاقوں پر آنحضور ﷺ نے متعدد امیر مقرر فرمائے۔ حضرت خالد بن سعید اور بعض کے نزدیک امیہ بن مغیرہ المخزومی کو صنعاء میں خالد بن سعید کو یمن کی بالائی مخالیف پر، المہاجر کو کندہ اور صدف میں اور حضرت معاذ بن جبلؓ کو الجند میں امیر مقرر فرمایا (بلاذری، فتوح البلدان "ترجمہ ابوالخیر مودودی، جامعہ عثمانیہ، دکن، ۱۹۳۲ء ج: ۱ ص: ۱۱۲
۳۳۔ جندو کا شہر جند بن شہران کے نام سے موسوم ہے اسے یمن اسفل بھی کہاجاتا ہے۔ (یاقوت حموی: معجم البلدان دار الکتب العربیہ، بیروت، ۱۹۹۰ ج: ۲ ص: ۱۹۶
۳۴۔ ترمذی، جامع ترمذی، ج: ۱ ص: ۱۰۰

۳۵۔ ابوداؤد، سنن ابی داؤد، (کتاب الزکواۃ، باب فی زکواۃ السائمہ) ولی محمد اینڈ سنز، کراچی، ۱۹۶۹ء، ج: ۱ ص: ۲۲۱

۳۶۔ ابن ابی شیبہ مصنف ابن ابی شیبہ (کتاب الزکواۃ باب فی بقر العوامل) حدیث نمبر ۱۰۰۱ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی ۱۹۸۶ء ج: ۳ ص: ۱۳۰۔۱۳۱

۳۷۔ ابو عبید، کتاب الاموال، مکتبہ اثریہ، سانگلہ ہل (ت۔ن) ص: ۳۸۰

۳۸۔ امام بخاری، الجامع الصحیح (کتاب الزکواۃ، باب لیس فیما دون خمس ذود صدقۃ) ج: ۱ ص: ۱۹۶

۳۹۔ ابن ابی شیبہ، مصنف ابن ابی شیبہ (کتاب الزکواۃ، باب فی الطعام کم تجب فیہ صدقۃ) ج: ۳ ص: ۱۳۷

۴۰۔ ایضاً ج: ۳، ص: ۱۳۸

۴۱۔ احمد یار خان، مراۃ شرح مشکواۃ، نعیمی کتب خانہ، گجرات (ت۔ن) ج: ۳، ص: ۲۴

۴۲۔ سلیمان ندوی، سیرت النبی، ج: ۵، ص: ۱۲۲

۴۳۔ مرغینانی، ہدایہ (کتاب الزکواۃ، باب زکواۃ المال، فصل فی العروض) ج: ۱ ص: ۱۷۵

۴۴۔ مسلم، الجامع الصحیح (کتاب الزکواۃ، باب اثم مانع الزکواۃ) ج: ۱ ص: ۳۱۸

۴۵۔ ایضاً (باب بیان ان اسم صدقۃ یقع علی کل نوع) ج: ۱ ص: ۳۲۵

۴۶۔ ترمذی، جامع ترمذی (کتاب الزکواۃ، باب ماجاء فی الزکواۃ الحلی) ج: ۱ ص: ۱۰۱۔ مسلم۔ الجامع الصحیح (باب فضل النفقۃ والصدقۃ علی الاقربین) ج: ۱ ص: ۳۲۳

۴۷۔ نسائی، سنن نسائی، (کتاب الزکواۃ، باب زکواۃ الحلی) قدیمی کتب خانہ کراچی، (ت۔ن) ج: ۱ ص: ۳۴۳

ترمذی، جامع ترمذی (کتاب الزکواۃ، باب ماجاء فی الزکواۃ الحلی) ج: ۱ ص: ۱۰۱

ابوداؤد، سنن ابی داؤد (کتاب الزکواۃ، باب زکواۃ الحلی) ج: ۱ ص: ۲۱۸

۴۸۔ دار قطنی، سنن دار قطنی (کتاب الزکواۃ، باب وجوب الزکواۃ الذھب) ج: ۲ ص: ۹۳

۴۹۔ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ (کتاب الزکواۃ، باب زکواۃ الورق) ص: ۱۲۸

دار قطنی، سنن دار قطنی، ج: ۱ ص: ۹۲

۵۰- ابن حزم، المحلی، دارالافاق الجدیدہ، بیروت (ت-ن) ج:۶، ص:۶۹
۵۱- محمد بن علی شوکانی، نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار، مکتبہ الکلیات الازھریہ۔
مصر ۱۹۷۸ء، ج:۵ ص:۱۷۸-۱۷۹
ابوداؤد، سنن ابی داؤد، ج:۱ ص:۲۲۱
۵۲- ابن رشد، بدایۃ المجتہد، فاران اکیڈمی، لاہور (ت-ن) ج:۱ ص:۱۸۶
صرف امام احمدؒ اور حسنؒ کے نزدیک سونے کا نصاب چالیس دینار ہے، ان کی بنیاد
امام زہریؒ کی وہ روایت ہے جس کے مطابق حضرت عمر فاروقؓ کی اولاد کے پاس
حضور اکرم ﷺ کے ایک خط کا نسخہ تھا جس میں مسائل زکوٰۃ تحریر تھے اس میں یہ تھا۔
"وفی کل اربعین دیناراً دینار"
ہر چالیس دینار پر ایک دینار زکوٰۃ ہے (ابن حزم، المحلی، ج:۶ ص:۶۳) امام
مالک، موطا امام مالک (کتاب الزکوٰۃ، باب الزکوٰۃ فی العین من الذھب والورق)
میر محمد کتب خانہ، کراچی (ت-ن) ص:۲۳۷ امام شافعی، کتاب الام،
دارالمعرفۃ، بیروت، ۱۹۷۳ء، ج:۲ ص:۴۰
۵۳- مرغینانی، ہدایہ (کتاب الزکوٰۃ، باب زکوٰۃ المال) ج:۱ ص:۱۷۵
۵۴- ابوداؤد، سنن ابی داؤد (کتاب الزکوٰۃ، باب فی قول النبی ﷺ المکیال مکیال المدینہ)
ج:۲ ص:۷۴
۵۵- یوسف قرضاوی، فقہ الزکوٰۃ، ج:۱ ص:۲۶۳
۵۶- ابوداؤد، سنن ابی داؤد، ج ۲ ص:۷۴
۵۷- تورات، خروج، باب ۳۰، آیت ۱۵
۵۸- بخاری، الجامع الصحیح (کتاب الزکوٰۃ، باب لیس فی مادون خمسۃ) ج:۱ ص:۱۹۶
۵۹- مسلم الجامع الصحیح (کتاب الزکوٰۃ، باب مافیہ الزکوٰۃ من الاموال) ج:۱ ص:۳۱۵
نسائی، سنن نسائی (کتاب الزکوٰۃ باب زکوٰۃ الورق) ج:۱ ص:۳۴۲
۶۰- ترمذی، جامع ترمذی، (کتاب الزکوٰۃ، باب ماجاء فی زکوٰۃ الذھب والورق) ج:۱ ص:۹۹
۶۱- نسائی، سنن نسائی، ج:۱ ص:۳۴۳
۶۲- دار قطنی، سنن دار قطنی ج:۲ ص:۹۳

٦٣- دار قطنی، سنن دار قطنی ج: ٢ ص: ٩٣

٦٤- ابن قدامہ المغنی، ج: ٣ ص: ١

٦٥- یوسف قرضاوی، فقہ الزکواۃ ج: ١ ص: ٢٦٠

٦٦- ابن عابدین، ردالمحتار، مکتبہ ماجدیہ، کوئٹہ، ١٤١٢ھ ج: ٢ ص: ٣١

٦٧- ابن قدامہ المغنی، ج: ٣ ص: ١

٦٨- The new Encyclopedia of Britanica,London, University of chicago,1973,vol.3,p.802

٦٩- نثار احمد سلیمی، معاشی ترقی، حمید بک ڈپو، لاہور ١٩٨٩ء ص: ٥٧٦

٧٠- عبد الرحمٰن الجزیری، کتاب الفقہ، المکتبۃ التجاری الکبریٰ، بیروت ١٩٦٩ء ج: ١ ص: ٦٠٦

٧١- مولانا احمد رضا خان، فتاوی رضویہ، سنی دار الاشاعت علویہ رضویہ فیصل آباد ١٩٧٤ء ج: ٤ ص: ٤١٧
نور اللہ نعیمی فتاوی نوریہ، دار العلوم حنفیہ فریدیہ، بصیر پور ١٩٨٨ء ج ٢ ص: ٥٢

٧٢- الوعیۃ الاسلامیہ، رسالۃ الصیام والزکواۃ، اکتوبر ١٩٧١ء رمضان ١٣٩١ھ وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ بالکویت، ص: ٧٣-٧٤

٧٣- امام نسائی، سنن نسائی (کتاب الزکواۃ، باب مانع زکواۃ مالہ) ج: ١ ص: ٣٤٣

٧٤- ابوداؤد، سنن ابی داؤد ((کتاب الزکواۃ، باب العروض اذا کانت للتجارۃ) ج: ١ ص: ٢١٨ دار قطنی، سنن دار قطنی، ج: ٢ ص: ١٢٨

٧٥- علی بن سلطان قاری، مرقاۃ شرح مشکواۃ، (کتاب الزکواۃ، باب ما تجب فیہ الزکواۃ، فصل دوم) مکتبہ امدادیہ، ملتان (ت-ن) ج: ٤ ص: ١٥٨

٧٦- مرغینانی، ہدایہ، (کتاب الزکواۃ، باب زکواۃ المال) ج: ١ ص: ١٧٥

٧٧- مرغینانی، ہدایہ، (کتاب الزکواۃ، باب زکواۃ المال) ج: ١ ص: ١٧٥

٧٨- علاؤالدین کاسانی، بدائع الصنائع، سعید کمپنی کراچی ١٩٨٦ء، ج: ٢ ص: ١٧٥

٧٩- مرغینانی، ہدایہ ج: ١ ص: ١٧٦

٨٠- مرغینانی، ہدایہ ج: ١ ص: ١٧٦

٨١- علاؤالدین کاسانی، بدائع الصنائع، سعید کمپنی کراچی ١٩٨٦ء، ج: ٢ ص: ٢١

۸۲- ابوداؤد، سنن ابی داؤد، ج ۱ ص: ۲۲۹
۸۳- ایضاً ص: ۲۳۰
۸۴- ایضاً ص: ۲۳۱
۸۵- ابن اثیر، اسد الغابہ فی تمییز الصحابہ، داراحیاء التراث العربی،
بیروت، لبنان، (ت-ن) ج: ۳ ص: ۳۵۹
۸۶- عتاب بن اسید فتح مکہ کے واقعہ میں اسلام لائے۔ فتح مکہ کے بعد حضور اکرم ﷺ جب حنین تشریف لے جانے لگے تو انہیں مکہ مکرمہ کا عامل بنایا۔ اس وقت ان کی عمر ۲۱ سال تھی۔ ۸ھ میں انہوں نے لوگوں کو حج کرایا۔ آپ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے وصال تک عامل مکہ رہے اور اسی سال فوت ہوئے جس سال حضرت ابوبکر صدیقؓ کا وصال ہوا۔ آپ کا ایک غلام کیان نامی تھا (ابوالحسن علی ابن الاثیر، اسد الغابہ (ترجمہ عبدالشکور فاروقی، مکتبہ نبویہ، لاہور-۱۴۰۸ھ، ج: ۶ ص: ۱۹۲)
ابن حجر عسقلانی، الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ، دارصادر، بیروت، ۱۳۲۸ھ (ج: ۲ ص: ۱۴۵۱)
۸۷- ڈاکٹر حمید اللہ، خطبات بہاولپور، ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد،
۱۹۸۸ء، ص: ۳۹۲-۳۹۳
۸۸- شبلی نعمانی، الفاروق، سنگ میل پبلیکیشنز لاہور ۱۹۷۶ء، ص: ۳۸۹-
۸۹- ابوداؤد، سنن ابی داؤد (کتاب الدیات، باب الدیۃ کم ھی (ج: ۲ ص: ۶۲۵
۹۰- بخاری، الجامع الصحیح، ج: ۱ ص: ۱۹۶
۹۱- ایضاً، (کتاب الزکواۃ، باب لاصدقۃ الاعن ظھر غنی) ج: ۱ ص: ۱۹۳
۹۲- شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، ترجمہ عبدالحق
حقانی، نور محمد، کراچی، (ت-ن) ج: ۲ ص: ۱۴۱
۹۳- ڈاکٹر یوسف قرضاوی، فقہ الزکواۃ، ج: ۱ ص: ۲۶۳-۲۶۴
۹۴- ڈاکٹر یوسف قرضاوی، فقہ الزکواۃ، ج: ۱ ص: ۲۶۳-۲۶۴
۹۵- شبلی نعمانی، سیرت النبی، ج: ۵ ص: ۱۲۱
۹۶- حاکم، المستدرک علی الصحیحین، دارالمعرفۃ، بیروت (ت-ن) ج: ۱ ص: ۳۹۵
۹۷- ڈاکٹر حمید اللہ، خطبات بہاولپور ص: ۳۹۲-۳۹۳